دریا میں ایک زبردست طوفان آیا اور کشتی ڈوب گئی۔ عجب ملک تیرتا ہوا کنارے پر پہنچا، راستہ جو ساتھ تھا اس کا کچھ پتہ نہ چلا تو آنسو بہاتا معشوق کی یاد میں گریہ وزاری کرتا ہوا پیادہ پا روانہ ہوا۔ "واز رنج رفتن خون پای درسر میرفت و خون سر در پای می افتاد، بر بساط بسیط بوقلمون و دراطراف اکناف ربع مسکون چو آب در ہمہ اعضا میدوید و چوں باد در ہمہ تن می پرید

؎ نی نکتۂ عشق را ادیباں دانند | نی علت شوق را طبیباں دانند
اندوہ غریبی بکسی نتواں گفت | دردیست غریبی کہ غریباں دانند ۱ے

ایک جانگداز صحرا سے گزرتے وقت ایک بلند محل نظر آیا۔ دروازے پر کوئی دربان نہ تھا اندر داخل ہوا تو ایک خوبصورت دوشیزہ کو ایک تخت پر سویا ہوا پایا۔ جب وہ بیدار ہوئی تو عجب ملک کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ سپہ سالار بحرین کی بیٹی ہے اور اس کا نام نازمست ہے اور اس وقت وہ ایک عفریت کے قبضہ میں ہے پھر عجب ملک سے اس تنہا اور ویران مقام پہ آنے کا سبب دریافت کیا تو عجب ملک نے اپنی روئیداد غم سنائی جسے سن کر نازمست نے بتایا کہ نوش لب میری منہ بولی بہن ہے وہ ہر سال بیت الامان سے ملک بحرین اپنی ماں کے ساتھ آتی ہے۔ اور ہم تینوں یعنی میں اور میری چھوٹی بہن مست ناز جو نوش لب کی ہم عمر ہے اور نوش لب کچھ دن ساتھ رہتے ہیں۔ یہ سنکر عجب ملک نازمست کے قدموں پہ گر پڑا اور بے ہوش ہوگیا۔ نازمست نے کہا ؎

طبیبی را نشاں دادم کنوں خیز | دو مژہ در عنانِ او درآمیز
مشو یک لحظہ دور از کوی او بیش | کز دیابی علاج اندہ خویش ۲ے

عجب ملک نے اب وادی معرفت میں قدم رکھا ہے اس لئے اب وہ کائنات اور اس کی ہر شے سے بے نیاز ہو گیا ہے اور اس پر بے خودی کا عالم طاری ہے وہ اسرار حق سے واقف ہو گیا ہے۔ اور محبوب کے آستانے کا پتہ مل گیا ہے اس وادی کو طے کرنے کے بعد چوتھی منزل استغنا کی آتی ہے جس میں نہ تو اسے اپنی جان کی پرواہ ہے نہ موت کا خوف۔ اور

---

۱ے ایضاً ص۸۳ ۔ ۲ے ایضاً ص۹۱

وہ عفریت سے جو اس سے کئی گنا زیادہ طاقتور ہے مقابلہ کیا اور اسے ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد نازمست اور عجب ملک دشوار گزار راستوں کو طے کر کے ملک بحرین پہنچ گئے۔ سپہ سالار اپنی بیٹی کو صحیح سلامت پاکر نہایت خوش ہوا۔ اور جب اس نے عجب ملک کی روئیداد غم سنی تو اپنی بیٹی سے اس کی مدد کرنے کے لیے کہا اور اسے ایک مقام فاخر رہنے کے لیے دیا اور اس کی عزت اور دل داری میں کوئی کمی نہیں کی، اس طرح کچھ دن گزر گئے۔ ایک دن عجب ملک بازار سے گزر رہا تھا کہ ناگاہ اپنے دودھ شریک بھائی راسخ کو دیکھا جو دریائی سفر میں اس سے بچھڑ گیا تھا۔ دونوں باہم گلے ملے اور پھر عجب ملک نے نازمست کو عفریت کے ہاتھوں آزاد کرانے اور ملک بحرین تک پہنچنے کا واقعہ سنایا اور یہاں قیام کرنے کا سبب بتایا، پھر اسے ساتھ لے کر سپہ سالار بحرین کے پاس گیا اور اپنے ساتھ رکھنے کی اجازت چاہی جسے سپہ سالار بحرین نے بخوشی منظور کر لیا۔ ضیاء الدین نخشبی نے اس موقع پر بادشاہوں کے احسان و کرم کی تعریف فرمائی اور بخل کی مذمت کی کہ "آری شہریاران جہاندار و بختیاران کامگار را اکرام و احسان درجہ ایست عظیم و امساک و بخل واقع الیم، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَلْبَخِیْلُ لَا یُسْعَدُ بِالشَّہَادَۃِ ۔ یعنی بخیل ہرگز سعادت شہادت نیابد زیرا کہ او در راہ حق نان نمی تواند داد، جان بجان دہ چگونہ خواہد داد۔" [1]

عجب ملک نے چند عرصہ نوشلب کے انتظار میں بے قراری کے ساتھ گزارا آخر جب صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو نازمست سے اپنے دل کی بے قراری کا حال بتایا، نازمست نے اسے خوشخبری دی کہ کل نوشلب آئے گی۔ یہ سن کر عجب ملک خوشی سے پھول کی طرح کھل گیا۔ "آری تواں دانست کسی کہ از عشق محبوبی و شوق مطلوبی سالہا در عبارت نہفتہ باشد و شبہا از قلق و اضطراب نخفتہ۔ چوں ناگاہ مبشر سعادت و ملقن کرامت بگوشش او رساند کہ فردا روز وصل شما است او را ازیں کلمات چہ فرحت حاصل شود و ازیں نغمات چہ بہجت واصل گردد؟" [2]

(جاری)

---

[1] ایضاً ص۱۰۶ ۔ [2] ایضاً ص۱۰۷ ۔

# مولانا برکات احمد
# اور اُن کی تصانیف

مولوی سعید احمد خاں صاحب ایم۔اے (تاریخ اُردو) مبارک منزل پانچ بتی
ٹونک۔ ۳۰۴۰۰۱

یونانی کتابوں کے مترجم ہونے کے بعد مسلمانوں کو نئے علمی اور فلسفیانہ مسائل و شکوک و شبہات کا سامنا کرنا پڑا۔ بنو امیہ کے دور سے اس وقت تک کسی نہ کسی شکل میں یہ سلسلہ جاری ہے۔ علماء نے کبھی علم کلام اور کبھی قرآن و حدیث کی روشنی میں ان شکوک و شبہات کا ازالہ کیا اور علمی و فلسفیانہ مسائل کا حل بڑے تدبر و تفکر سے دیا۔ اپنے ذوق و شوق کے مطابق علماء مختلف علوم میں اختصاص رکھتے تھے۔ مولانا فضل حق خیرآبادی کے صاحبزادہ مولانا عبدالحق خیرآبادی معقولات میں ممتاز مقام کے حامل تھے استاد کا کمال یہ ہے کہ شاگردوں میں اُس کا ذوق سرایت کر جائے۔ خیرآبادی علماء میں یہ خوبی تھی مولانا برکات احمد آپ کے شاگرد تھے۔ تقریباً نصف صدی تک ریاست ٹونک میں درس و تدریس کا فرض انجام دیتے رہے۔ معقولات میں استاد کے صحیح جانشین تھے۔ ان کی تصانیف میں منطقی طرز استدلال اور فلسفیانہ مباحث ملتے ہیں۔ مولانا کے شاگرد رشید مولانا حکیم علی صاحب کا بھی یہی حال تھا۔ حدیث و قرآن کی توضیح و تشریح میں منطقی و معقولی طرز استدلال صاف نظر آتا تھا۔

مولانا کا ایک فوٹو

مولانا برکات احمد کے والد مولانا دائم علی صاحب میرنگر (بہار) کے سادات میں سے تھے۔ طب کی تعلیم حاصل کرکے ٹونک میں ہی نواب صاحب کے معالج خاص مقرر ہوئے۔ ان کی شادی مظفرنگر کے شیخ ولی محمد پھلتی کی لڑکی سے ہوئی تھی جس کے بطن سے ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۴ء میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جو نام سے ہی نہیں بلکہ کام سے بھی برکات احمد ثابت ہوا۔۔۔۔ ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کرکے درس نظامی کی کچھ کتابیں مولانا لطف علی بہاری (تلمیذ مولوی فضل حق خیرآبادی) اور مولانا محمد محسن (تلمیذ صدر الدین آزردہ) سے پڑھیں پھر تقریباً پندرہ سال ریاست رامپور میں رہ کر مولانا عبدالحق خیرآبادی سے تمام مروّجہ علوم کی تعلیم حاصل کی۔ یہ پندرہ سال کی عمر کا عرصہ حقیقتاً تعلیم حاصل کرنے میں نہیں گذرا کیونکہ مولانا عبدالحق کا طریقہ درس بڑا صبر آزما اور حوصلہ شکن تھا۔ مولانا عبدالشاہد صاحب شیروانی لکھتے ہیں کہ:

"شرح ہدایۃ الحکمۃ شروع ہوئی۔ ایک شوال میں اس کا پہلا سبق اور سال آئندہ کے دوسرے شوال میں جاکر دوسرا سبق۔ اس ایک سال کی مدت میں کیا لائق شاگرد کو یہ جرأت ہو سکتی تھی کہ استاد سے اپنے تضییع اوقات کا گلہ کرسکے"۔

ایک بار قرأت کی معمولی غلطی کی وجہ سے دو سال سے زائد عرصہ تک درس سے باہر رکھا۔ علاوہ ازیں مولانا کے نوکر اکثر دبیشتر طلباء سے بڑی رقم اینٹھنے کے لیے عجیب حرکات کیا کرتے تھے۔ بہرحال برکات احمد نے حصول علم کی خاطر یہ سب برداشت کیا۔ صحاح ستہ کی قرأت قاضی محمد ایوب پھلتی سے کی۔ حکیم احسن اللہ خاں دہلوی کے شاگرد حکیم نجف علی خاں صاحب سے طب کی عملی تربیت حاصل کی۔

ریاست ٹونک میں نواب حافظ محمد ابراہیم علی خاں صاحب بہادر کے معالج خاص ہوئے اور یہیں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ نواب موصوف کے نام سے مدرسہ جاری کیا۔ "رباط الحکمۃ" کے نام سے ایک سرائے نادار اور غریب طلباء کے قیام کے لئے بنائی گئی۔ نواب صاحب موصوف اور امرائے ٹونک نے اس سلسلہ میں کافی معاونت کی۔ پھر بھی مولانا اپنی آمدنی کا معتد بہ حصہ طلباء پر خرچ کیا کرتے تھے۔

۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۹ء میں فریضہ حج ادا کرنے گئے۔ اس وقت مصر، شام، فلسطین بھی گئے۔ دوسری بار ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۸ء میں حج ادا کیا۔ اس کے ایک سال بعد ہی ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۹ء میں مولانا کا انتقال ہو گیا۔

آپ کی اڑتالیس تصانیف ہیں۔ ان میں نصف سے زائد معقولات پر ہیں۔ آپ کا رسالہ اتقان العرفان فی ماہیتہ الزمان موضوع کے لحاظ سے علامہ اقبال کے ذوق کا تھا۔ اس لئے سید سلیمان ندوی نے اس کی اطلاع آپ کو دی۔ اقبال نے اسے پڑھا مگر انھیں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ یہ رسالہ اپنے موضوع زمان و مکان کی وجہ سے بعد میں دوبارہ اقبال اکادمی کراچی سے شائع کیا گیا۔

تقدیم میں مولانا کے پوتے محمود احمد برکاتی نے عجیب انداز اختیار کیا ہے۔ فرماتے ہیں ..... اور پھر اس کو درساً درساً پڑھا (ص ۱۶۸ اقبال نامہ جلد اول) رسالہ کے مخاطب چونکہ فلسفہ قدیم کے طلباء نہیں بلکہ وہ فضلاء و اساتذہ تھے جو کتب قدما و متاخرین کے درس و مطالعہ کی مزاولت کی بناء پر مسئلہ کے مالہ و ماعلیہ اور مختلف مذاہب کے اختلافات وغیرہ پر نظر رکھتے ہوں، اس لیے اقبال (جیسا کہ ان کی بعد کی تحریروں سے خصوصاً تشکیل جدید سے اندازہ ہوتا ہے۔) اس رسالہ سے مستفید و متاثر نہ ہو سکے"۔

تقدیم نگار نے اپنے جد امجد سے عقیدت کا اظہار کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ رسالہ انتہائی عالمانہ اور نئے فلسفیانہ افکار اور قدیم مذاہب کی سیر حاصل بحث پر مشتمل ہے۔ اور اقبال اپنی کم علمی اور محدود مطالعہ کی وجہ سے اس سے مستفید نہیں ہو سکے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مصنف مرحوم نے قدیم فرسودہ افکار و آراء کو اس رسالہ میں ژولیدہ انداز میں لکھا ہے۔ اس میں نہ نئی فکر تھی اور نہ نیا انداز، نہ ہی کچھ ایسی باتیں جو علامہ کے علم میں اضافہ کر سکے۔ اس لئے وہ اس رسالہ سے کس طرح متاثر ہو سکتے تھے۔

اس رسالہ کے علاوہ مولانا مرحوم کی تیرہ کتابیں اور مطبوعہ ہیں جن کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے

(۱) العقول الضابط　　مطبع علوی لکھنؤ　　۱۳۱۴ھ　　(منطق)

(۲) عشرۂ کاملہ — مطبع المطابع دہلی — ۱۳۱۸ھ (فلسفہ)

(۳) امام الکلام فی تحقیق الاجسام — انتظامی پریس کانپور — ۱۳۲۲ھ (فلسفہ)

(۴) رسالہ وجود رابطی — ایضاً — ۱۳۲۳ھ (منطق)

(۵) نبراس الحرکتہ — انوار احمدی الٰہ آباد — ۱۳۳۲ھ (فلسفہ)

۳۲ صفحات کا رسالہ ہے۔ اقبال اکادمی سے شائع شدہ انقان العرفان فی ماہیۃ الزماں میں مطبع کا نام سہواً انوار محمدی تحریر ہو گیا۔

(۶) الحجتہ البازغہ — عثمانی پریس دکن — ۱۳۳۴ھ (فلسفہ)

(۷) حسرت العلماء — مطبع المطابع دہلی — ۱۳۱۸ھ (تذکرہ)

(۸) الصمصام القاضب لراس المفتری علی اللہ الکذب — نوبہار برقی پریس ملتان

مولانا موصوف کے صاحبزادہ مولانا احمد برکاتی نے ۱۳۴۸ھ میں شائع کرایا۔ نسخہ پر سنہ اور اشاعت درج نہیں ہے۔

(۹) فصل الخطاب — کلام وعقائد

یہ سب کتابیں عربی میں تحریر کی گئی ہیں۔ اردو میں چار رسائل آپ کی یادگار ہیں۔

(۱) الہدایتہ البرکاتیہ — کلام وعقائد — شمس الاسلام پریس دکن — ۱۳۳۴ھ

(۲) التلغراف — فقہ — جید برقی پریس دہلی

تار کی خبر پر اعتماد وعدم اعتماد پر بحث ہے۔

(۳) مکتوب علم غیب — کلام وعقائد — کریمی پریس کلکتہ — ۱۳۳۲ھ

(۴) صدقہ جاریہ فی رد آریہ

دیانند سرسوتی کے فلسفیانہ اصول کی تردید میں تحریر کیا گیا۔ مصنف کے صاحبزادے مولانا محمد احمد برکاتی نے مرتب کر کے شائع کرایا ہے۔

ثورۃ الہندیہ کے مرتب ومترجم مولانا عبد الشاہد صاحب شیروانی نے لکھا ہے کہ ایک رسالہ نوٹوں کے ہنڈی ہونے یا نہ ہونے پر بھی تصنیف فرمایا تھا۔

مولانا مرحوم کی غیر مطبوعہ تصانیف کا یہاں اجمالی تعارف کرایا جاتا ہے۔

(۱) المعارف الالٰہیہ عربی الٰہیات

(۲) تقریر ترمذی عبدالشاہد صاحب نے تحریر کیا ہے کہ ترمذی شریف کی ایک ضخیم شرح کا بھی آپ نے آغاز کیا تھا۔ شاید یہ اسی کے اجزاء ہوں۔

(۳) تکملہ حاشیہ مفتاح الجمعی (منطق)

(۴) تحقیق مسئلہ جبر و قدر (کلام)

(۵) حاشیہ بر حاشیہ عبدالحق بر حاشیہ شرح مواقف کلام

(۶) میر زاہد (امور عامہ)

(۷) حاشیہ بر حاشیہ رسالہ قطبیہ میر زاہد (منطق)

(۸) رسالہ امتناع النظیر کلام دعقائد

(۹) تنویر المنار یہ مولانا بحرالعلوم کی شرح منار فارسی کا عربی ترجمہ ہے۔

(۱۰) تحقیق انیق

یہ سب تصانیف عربی میں ہیں۔ رسالہ نصایح واحکام اور رسالہ تماثیل بھی تصوف کے موضوع پر عربی میں ہیں۔ تصوف کے موضوع پر ہی دو رسالے تحقیق انیق عربی اور رسالہ وحدۃ الوجود فارسی زبان میں تحریر کئے گئے ہیں۔ مرتب اتقان العرفان فی ماہیۃ الزمان نے وحدۃ الوجود کے بجائے رسالہ در بحث وجود تحریر کیا ہے۔ شاید یہ رسالہ ان کی نظر سے نہیں گذرا۔ مولانا وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ اس رسالہ میں وحدۃ الوجود کے حق میں دلائل دیے گئے ہیں اور اس کی توضیح و تشریح کی گئی ہے۔ عبارت عربی آمیز ہے۔ مولانا کی عمر درس و تدریس میں صرف ہوئی تھی۔ انداز تحریر مدرسانہ ہے۔ مختلف طریقوں سے وحدۃ الوجود کے حق میں دلائل دے کر قایل کرتے ہیں۔

مولانا ایک حاذق حکیم بھی تھے۔ رموز الاطباء میں آپ کی طبی مہارت کے کئی قصے درج ہیں۔ طب کے موضوع پر آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

(۱) بیاض جامع البرکات

(۲) سرور المعالجین

(۳) کتاب التنکابیس
(۴) رحمتہ الدنی الباہ
(۵) کتاب الامانت فی الطب
(۶) رسالہ تب کہ بعد سہلات باقی ماند
(۷) رسالہ آتشک
(۸) رسالہ ماء الجبن
(۹) علاج النساء
(۱۰) القول المتین فی ما یتعلق با لجعلی ادالجنین

مولانا عبدالشاہد صاحب نے لکھا ہے کہ اُن کی کل کتابیں عربی میں ہیں لیکن اُن کی کتابیں فارسی، عربی اور اُردو تینوں زبانوں میں ہیں جیسا کہ اُن کی تصانیف کی فہرست سے ظاہر ہوتا ہے خود شاہد صاحب نے ثورۃ الہندیہ میں آگے تحریر کیا ہے کہ اُردو میں اگر حضرت کی یادگار ہے تو یہی (صدقہ جاریہ فی ردّ آریہ) ہے۔ ہم موضوع اور زبان اُن کی تصانیف کے آگے درج کر چکے ہیں۔

مولانا برکات احمد صاحب کی تصانیف مختلف موضوعات پر ہیں۔ مگر بقول عبدالشاہد صاحب شیروانی ..... بہر حال حدیث و تصوف کے سوا آپ کی تمام تالیفی کوششوں کا تعلق ایسے مسائل سے ہے جس کی مانگ علم کے جدید دور میں مشکل سے ہوگی۔ شاہد صاحب کے بیان پر میں اتنا اضافہ کرنا چاہوں گا کہ موضوع کے علاوہ مولانا کا مغلق طرز نگارش بھی عدم دلچسپی کا باعث ہے۔ اقبال شناسی کے دور میں لوگوں کو فلسفہ زمان و مکان سے دلچسپی ہوئی تو اتقان فی ماہیۃ الزمان ترجمہ ہو کر شائع ہو گئی۔ نبراس الحرکۃ کا بھی ترجمہ ہونا چاہیئے۔

مولانا مرحوم کے شاگردوں کی تعداد بہت ہے۔ اُن میں قابلِ ذکر آپ کے فرزند مولانا محمد احمد، کلیم رضی الدین خاں دہلوی، مولانا معین الدین اجمیری، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا محمد علی صاحب عرف مولوی ننھے، مولانا محمد شریف اعظم گڑھی، مولانا عرفان صاحب،